مصادر سیرت میں سند کے التزام کا علمی و تحقیقی جائزہ

Adherence to the Chain of Narrators in the Sources of Seerah…an Exploratory Analysis

ڈاکٹر حافظ ظفر حسین *

ڈاکٹر عبد القادر سلیمان الازہری **

ABSTRACT

In our beloved religion Islam, the established method to acquire the Hadith of the Holy Prophet (SAW) is the strongest and most dignified. The power and strength that evidence (Sanad) has given to the Traditions (Hadith) is matchless as compared with former Shariahs. The sayings, actions and virtues of the Prophet (SAW) are the prime principles of the religion. The principles would be only trustworthy /reliable when their evidences (Asanad) are also mentioned. Evidences (Asanad) have been declared as the features of Islam. Numerous such books are available on the virtues (Seerat) of the Prophet (SAW) where some of them are considered as the genuine and fundamental sources. If the books on the virtues of the Prophet (SAW) are written in the backdrop of evidence (Sanad) perspective, it is possible that these may not contain any such material which may provide a pretext for the non-Muslim scholars to criticize the virtues of the Prophet (SAW), because art of SIYAR & MAGHAZEE is also a knowledge like the knowledge of Hadith.
There are several books available by the former and later sketch writers on the art of character writing which have referred to the character events in evidential background.
It must be in knowledge of character writer that he must be aware of such books of character writers who have mentioned evidences while discussing the events of virtues (Seerat). What are the characteristics of narrator in their evidences (Asnad) is a question which should be discussed in the light of ILMUL- ASMA & ILMUL- JARHA- WA- AL-TADEEL.

In this article there are evaluated fourteen character writers and their writing styles who have taken care of evidence while narrating incidents, although their standard is not like that of Ilm-ul-Hadith.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج، پشاور

** پروفیسر، شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی سابقا

عبد اللہ بن مبارک المروزی (متوفی ۱۸۱ھ) فن حدیث میں سند کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں"الاسناد عندی من الدین، ولولا الاسناد لقال من شأء ما شاء۔" اسناد میرے نزدیک دین ہے اور اگر دین اسلام میں سند نہ ہوتی تو پھر ہر کوئی (حدیث نبوی ﷺ) میں اپنی مرضی کی بات شامل کرتا" یعنی جو اس کے جی میں آتا وہ حضور ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیتا۔ عبد اللہ بن مبارکؒ کے نزدیک اسناد کی فضیلت و مرتبہ ہی سب کچھ ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن مبارک علم حدیث کو سند کے ساتھ حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ساتھ ہی اہل البدعۃ کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں جو فن حدیث میں "سند" کو ذکر نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں"مثل الذی یطلب امردینه بلا اسناد کمثل الذی یرتقی السطح بلا سُلّمٍ، بیننا و بین القوم القوائم۔یعنی "جو شخص کسی دینی معاملے کو اسناد کے بغیر تلاش کرے گا اس کی مثل ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص چھت پر سیڑھی کے بغیر چڑھنے کی کوشش کرے، ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان بنیادی فرق ہی اسناد ہے اور اہل بدعت بغیر کسی سند کے کوئی بھی بات حضور ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیتے ہیں"۔ عبد اللہ بن مبارک کے سامنے اگر کوئی تفسیر قرآن پر بات کرتا تو فوراً فرمایا کرتے "ماله من علم لو کان له اسناد" (۱) یعنی "ایسے علم کا کیا کیا جائے کاش کے اس کے لئے "سند" ہوتی"۔ علم تفسیر کے بیان میں بھی اسناد کا ہونا ان کے نزدیک ضروری تھا تاکہ کوئی حدیث یا تفسیری قول سند کے بغیر ذکر نہ کیا جائے۔

حافظ ابو سعد السمعانی متوفی ۲۶۵ھ کے نزدیک تو الاسناد الصحیح کے بغیر حدیث رسول ﷺ کی صحت کا پہچاننا ناممکن ہے فرماتے ہیں"والفاظ رسول اللّٰه ﷺ لا بدّ لہا من النقل، ولا تعرف صحتہا الا بالاسناد الصحیح، و الصحیة فی الاسناد لا تعرف الا بروایة الثقة عن الثقة، والعدل عن العدل (۲) "حدیث نقل کرتے وقت حضور ﷺ کے الفاظ بعینہٖ ذکر کرنا چاہیئے، اور ان الفاظ کی صحت اس وقت ہی ہو سکتی ہے جب اس کی صحیح سند بھی بیان کی جائے اور اسناد کی صحت اس وقت ہو سکتی ہے جب ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے اور عادل دوسرے عادل راوی سے روایت کو بیان کرے"۔

عبد اللہ بن طاہر (متوفی ۲۳۰ھ / ۸۴۴م) اسناد حدیث کو اس اُمت کی کرامت قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں"روایة الحدیث بلا اسناد من عمل الزّمنی ای المرضی، فان اسناد الحدیث کرامةٌ من اللّٰه لامّة محمدﷺ (۳) "حدیث رسول ﷺ کی روایت بغیر اسناد کہ بیمار لوگوں کا عمل ہے بے شک اسناد حدیث تو اللہ کی طرف سے خاص عزت ہے اُمت محمد ﷺ کے لئے"۔

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ / ۸۱۹م) حدیث رسول ﷺ کے ذکر میں اسناد کو بہت اہمیت دیتے ہیں فرماتے ہیں "مثل الذی یطلب الحدیث بلا اسناد کمثل حاطب لیل" (۴) "رسول ﷺ کی حدیث کو اسناد کے بغیر ذکر کرنے والے اندھیری رات میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہیں"۔

حافظ ابوحاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ / ۹۳۹م) فرماتے ہیں "لم یکن فی أُمة من الامم، منذ خلق اللّٰہ اَدم أمتاء یحفظون آثار نبیھم و انساب سلفھم الا فی ہذہ الامة"(۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر آج تک ایسی کوئی اُمت پیدا نہیں فرمائی کہ جو ایسی امین ہو کہ اُس نے اپنے نبیوں کے آثار اور اپنے اسلاف کے انساب کو محفوظ کیا ہو سوائے اُمت محمد ﷺ کے۔ ابوحاتم رازیؒ کے قول سے اس اُمت کی برتری اور فضیلت واضح ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ اقوال رسول ﷺ، اعمال رسول ﷺ اور سیرت رسول ﷺ جتنی محفوظ اس اُمت کے پاس ہے کسی بھی اور نبی یا رسول کی سیرت اتنی محفوظ نہیں۔

حافظ ابو بکر محمد بن احمد بن راشد بن معدان الثقفی الاصبہانی (متوفی ۳۰۹ھ / ۹۲۱م) کے نزدیک الاسناد، الانساب اور الاعراب، یہ تین خاص عنایت خداوندی ہیں اس فضیلت میں کوئی بھی اُمت شریک نہیں رہی "ان اللّٰہ خصّ ہذہ الامة بثلاثة اشیاء، لم یعطھا من قبلھا من الامم، الاسناد والانساب والاعراب" (٦) یعنی اسناد حدیث میں سابقہ کوئی بھی اُمت اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتی کہ ان کے پاس ان کے نبی کی کوئی حدیث بسلسلہ سند کے موجود ہے۔ اسی طرح علم الانساب اور الاعراب یہ دونوں عمدہ صفات بھی کسی دوسری الہامی اور غیر الہامی مذہب میں موجود نہیں۔ واقعی یہ خصوصیت اور امتیازی شان فقط اس اُمت محمد ﷺ کی ہے نہ تو سابقہ کسی امت کے پاس سلسلہ سند موجود ہے اور نہ ہی علم الانساب جیسا کوئی فن ان کے پاس ہے کہ جس کے تحت ان کے انبیائے کرام کے حالات و واقعات محفوظ ہوں اور نہ ہی اعراب کی صورت میں کوئی خاص انتظام ان کے پاس ہے۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ) (متوفی ۷۲۸ھ / ۱۳۲۷م) فرماتے ہیں "الاسناد من خصائص ہذہ الامة و ہو من خصائص الاسلام، ثم ہو فی الاسلام من خصائص اہل السنة"(۷)۔ "اسناد اس اُمت کی خصوصت ہے بلکہ یہ دین اسلام کے خصائص میں سے ہے، پھر دین اسلام میں اہل سنت کی خاص خصوصیت ہے"۔ بہر حال دین اسلام میں احادیث رسول ﷺ

کے حصول کا جو طریقہ رائج ہے وہ سب سے مضبوط اور اعلیٰ ہے۔ احادیث کی روایت کو جو قوت سند نے دی ہے اس کی مثال کسی بھی سابقہ شریعت میں نہیں ملتی۔ حضورؐ کے اقوال، افعال اور سیرت طیبہ امت کے لئے دین کے اہم اصول ہیں۔ یہ اصول اس وقت ہی قابل اعتماد ہونگے جب ان کی سند بھی ذکر کی جائے۔ حضور ﷺ خاتم النبین ہیں۔ ان کے اقوال، افعال اور شمائل کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ کرنا تھا جس طرح قرآن پاک قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اسی طرح احادیث رسول اور سنت رسول اور شمائل بھی قیامت تک کیلئے محفوظ کردی گئی ہیں۔

اسناد کو دین اسلام کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے۔ سابقہ کسی پیغمبر کا کوئی قول، عمل اس طرح محفوظ نہیں جس طرح حضور ﷺ کی سنت مطہرہ محفوظ ہے۔ سیرت طیبہ پر بے شمار تصانیف موجود ہیں جن میں بعض سیرت طیبہ کے اصلی اور بنیادی مصادر شمار کئے جاتے ہیں اور بعض ثانوی۔ سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتابیں اگر اسنادی تناظر میں لکھی جائیں یعنی کسی بھی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اگر اس واقعہ کے نقل کرنے والوں کے حالات بھی تحریر کر دیئے جائیں تو ممکن ہے کہ کوئی ایسی بات ان تصانیف میں شامل نہ ہوں کہ جن کو غیر مسلم سکالرز بنیاد بناکر سیرت مطہرہ پر اعتراضات کر سکیں۔ کیونکہ فن سیر و مغازی بھی احادیث رسول کی طرح ایک علم ہے اگرچہ سیر و مغازی میں واقعات اخباری تناظر میں ذکر کیئے جاتے ہیں، لیکن اگر اسناد کی اہمیت اور ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے واقعات سیرت کو اسنادی تناظر میں ذکر کر دیئے جائے تو نہایت مستند اور قابل اعتماد علمی ذخیرہ اُمت کی راہنمائی کے لئے مہیا کیا جاسکتا ہے۔

فن سیرت پر متقدمین اور متأخرین سیرت نگاروں کی کتابیں موجود ہیں ان میں ایسی کتابیں بھی دستیاب ہیں جن میں واقعات سیرت کو اسنادی تناظر میں ذکر کیا گیا اور ایسی بھی بے شمار کتابیں ملتی ہیں جن میں اسناد کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ کسی سیرت نگار کا واقعات سیرت کا اسنادی لحاظ سے ذکر کرنا یا تو احتیاط کی بناء پر یا پھر وہ سیرت نگار محدث تھے۔ لیکن بہر حال اس ارٹیکل میں چند مشہور سیرت نگاروں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے واقعات سیرت کے بیان میں احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنی تصانیف میں اسناد کو بیان کیا۔

۱۔ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبد اللہ الشہاب الزہریؒ (۵۱ھ / ۶۷۱م یا ۵۱ھ / ۶۷۵م) کو پیدا ہوئے۔ (۱۲۳ھ / ۷۴۰ء یا ۱۲۴ھ / ۷۴۱ء) کو فوت ہوئے۔ زہری ابتدائی سیرت نگاروں میں سرفہرست تھے بلکہ سیر و مغازی کے مستند مصنف اور امام تھے اور وہ فن سیر و مغازی کو آخرت کا علم قرار دیا کرتے تھے (۸)۔

امام زہری کا اسلوب تحریر: زہری واقعات سیرت کو "المغازی النبویة" میں سن وار یعنی زمانی ترتیب پر بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ہجرت مدینہ یکم محرم ۱ھ، غزوہ بدر ر رمضان ۲ھ، غزوہ اُحد شوال ۳ھ، غزوہ بنو قینقاع، غزوہ بنو نضیر ربیع الاوّل ۴ھ، غزوہ خیبر محرم ۷ھ، فتح مکہ رمضان ۸ھ، اور خصوصاً حضور ﷺ کی وفات کو باقاعدہ سن وار تاریخ کے دائرہ میں بیان کیا ہے (۹)۔ زہری کے اسلوب تحریر کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان کا انداز تحریر محدثین کی طرح ہے یعنی واقعات سیرت کو بیان کرتے ہوئے راوی اور سند کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔ اسلوب تحریر کی تیسری اہم بات یہ ہے کہ وہ واقعات سیرت کے بیان میں قرآن پاک کی آیات اور بکثرت اشعار بھی بیان کرتے ہیں (۱۰)۔

امام زہریؒ کیونکہ محدث بھی ہو گذرے ہیں اس لئے انہوں نے اپنی "کتاب المغازی النبویہ" میں اسناد کا بکثرت لحاظ کیا ہے۔ زہریؒ نے اپنی کتاب میں زیادہ تر روایات عروہ بن زبیر (متوفی ۹۴ھ /۷۱۲م) سے لیں ہیں (۱۱)۔ کیونکہ عروہ بن زبیر مغازی کے مشہور امام تھے۔ بہر حال امام زہریؒ کی روایات کو متأخرین سیرت نگاروں نے اپنی تصانیف میں جمع کیا ہے۔

۲۔ ابو محمد موسیٰ بن عقبہ اسدی (متوفی ۱۴۱ھ /۷۵۸م) محدث، فقیہہ اور فن سیر و مغازی کے امام اور ابتدائی سیرت نگاروں میں سے تھے، بلکہ ان کے دور میں فن سیر و مغازی پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں گذرا۔ موسیٰ بن عقبہ کی "کتاب المغازی" در حقیقت مسلم بن شہاب الزہریؒ کی کتاب المغازی کی توضیح و تشریح ہی ہے، کیونکہ فن مغازی میں موسیٰ بن عقبہ وہ عظیم سیرت نگار ہیں جنہوں نے ابن شہاب الزہریؒ سے بکثرت روایات نقل کی ہیں (۱۲)۔

موسیٰ بن عقبہ کا اسلوب تحریر: پہلی بات یہ کہ موسیٰ بن عقبہ نے امام زہریؒ کی روایات پر بھرپور اعتماد کیا ہے اور ان کی روایات کو اپنی کتاب المغازی میں بھی ذکر کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے واقعات سیرت کو تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کیا۔ تیسری بات یہ کہ موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب المغازی میں شاید کوئی واقعہ یا روایت بغیر سند کے بیان کیا ہو۔ اور یہ ہی موسیٰ بن عقبہ کی نمایاں سیرت نگاری کے پہلو کو آشکارا کرتی ہے۔ چوتھی بات یہ کہ موسیٰ بن عقبہ نے مستند ماخذ سے استفادہ کیا ہے (۱۳)۔

۳۔ معمر بن راشد الازدی الحرانی متوفی ۱۵۲ھ / ۷۶۹ کی کتاب المغازی میں واقعات سیرت اسنادی تناظر میں ذکر ہیں۔ کیونکہ معمر بن راشد حدیث اور سیر و مغازی کے مستند امام شمار ہوتے ہیں۔

معمر بن راشد کا اسلوب تحریر: ان کا اسلوب تحریر محدثانہ ہے محدثین کے طرح عنوانات اور ابواب بندی کرتے ہیں غزاوات اور سابقہ انبیاء کے حالات، الہامی مذاہب سے مطالق مستند مواد اس میں ذکر ہے۔(۴)

۴۔ عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری (متوفی ۲۱۳ھ/۸۲۸م، یا ۲۱۸ھ/۸۳۲م) کی "ال س ی ر ۃ ال ن ب و ی ۃ" مصادر سیرت میں نہایت اہم کتاب ہے۔ ابن ہشام نے واقعات سیرت کو محدثین کے طرز پر اسناد کے تناظر میں ذکر کیا ہے۔ اصل میں ابن ہشام نے محمد بن اسحٰق (متوفی ۱۵۱ھ/۷۲۸) کی "کتاب المغازی" پر اضافہ کیا اور اس کی توضیح و تنقیح کرتے ہوئے واقعات سیرت کو محدثانہ طرز پر مرتب کیا ان کی السیرۃ النبوےۃ دراصل ابن اسحٰق کی کتاب المغازی کی تہذیب اور تلخیص ہے (۱۵)۔

ابن ہشام کا اسلوب تحریر: ابن ہشام نے نہایت باریک بینی کے ساتھ اپنی کتاب پر حواشی تحریر کیئے جن میں ابن اسحٰق کی کتاب المغازی کی مختلف غلطیوں کی نشاندہی بھی کی۔ ضعیف روایات کی جانچ پڑتال میں محدثین کا سا طرز اختیار کیا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ابن ہشام وہ عظیم سیرت نگار شمار کیئے جاتے ہیں کہ جنہوں نے واقعات سیرت کے مواد کی ناقدانہ انداز اور ضعیف روایات پر محاکمانہ اسلوب اختیار کیا ہے (۱۶)۔

ابن ہشام کی "السیرۃ النبویۃ" میں واقعات سیرت کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ متأخرین سیرت نگار ان کی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔ کتب سیرت کے مصادر میں اس کتاب کو نہایت ہی اہمیت حاصل ہے کیونکہ روایات سیرت پر بکثرت اسناد کا ذکر ملتا ہے۔

۵۔ ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۰۷ھ/۸۲۲م) کی "کتاب المغازی" غزوات النبی ﷺ پر مشتمل نہایت بہترین اور مستند کتاب ہے۔ واقدی بیک وقت علم حدیث، فقہ، تفسیر، سیر و مغازی، تاریخ اور اسماء الرجال کے بہترین عالم تھے (۱۷)۔

واقدی کا اسلوب تحریر: واقدی کا اسلوب تحریر نہایت ہی احتیاط پر ہے مثلاً کتاب کی ابتداء میں اسناد کا اہتمام کرتے ہیں۔ غزوات کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے جن غزوات میں شرکت فرمائی اور جن میں شرکت نہیں فرمائی' ان کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ متأخرین سیرت نگاروں نے واقدی کی کتاب المغازی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اگرچہ واقدی کی تعریف اور قدح دونوں کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی کتاب المغازی مصادر سیرت میں متداول رہی ہے۔ اسی طرح واقدی ہر غزوہ کا سن وقوع، لشکر اسلام کی تعداد، انصار و مہاجرین کی تعداد، غزوہ کے اسباب اور اثرات پر بھی تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ ابواب کی ابتداء میں اسناد کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ واقدی کے اسلوب تحریر کی نمایاں خوبی یہ ہے

کہ وہ غزوات سے متعلق قرآن پاک کی مختلف اَیات سے استشہاد بھی کرتے ہیں (۱۸)۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ کتاب المغازی غزوات، معاہدات اور خطوط نبوی ﷺ کے لئے ایک اہم مصدر ہے تو درست ہو گا۔

واقدی کی کتاب المغازی کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے اسناد کی جانچ پڑتال میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور دوسری بات کہ اس میں غزوات کی تاریخی حیثیت اور سن وقوع کا تعین نہایت ہی منظم انداز سے دیکھائی دیتا ہے (۱۹)۔

٦۔ ابو عبد اللہ محمد بن سعد الہاشمی (متوفی ۲۳۰ھ / ۸۴۴م) فن سیر و مغازی، حدیث، فقہ کے امام اور ابتدائی سیرت نگار تھے، ابن سعد کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" فن تاریخ اور سیر و مغازی پر مشتمل ہے۔ اس کا ابتدائی حصّہ سیرت نبوی ﷺ کے مضامین پر مشتمل ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ کے دور تک کے حالات و واقعات بیان کئے ہیں۔ ہجرت مدینہ، غزوات اور دیگر موضوعات پر تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ ان واقعات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابن سعد تاریخ و سن ہجری کا نہایت احتیاط سے ذکر کرتے ہیں (۲۰)۔

ابن سعد کا اسلوب تحریر: محمد بن سعد حدیث کے بھی بڑے عالم تھے اس لئے طبقات الکبریٰ میں سیرت کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے سند کو بیان کرتے ہیں، اور طبقات میں اسناد کا ذکر بکثرت ملتا ہے جس سے ابن سعد کا اسلوب تحریر نہایت آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ بہر حال طبقات الکبریٰ مصادر سیرت میں ایک اہم کتاب ہے جو متأخرین سیرت نگاروں کے لئے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ اس کتاب کی مدد سے قرون اولیٰ کے ابتدائی حالات، اسلام کی ابتداء، عروج اسلام اور دیگر معلومات پر ایک بہترین مأخذ تیار کیا جاسکتا ہے (۲۱)۔

۷۔ ابو عمرو خلیفہ بن خیاط (متوفی ۲۴۰ / ۸۵۴م) عظیم مؤرخ، انساب اور ایام کے جاننے والے ابتدائی سیرت نگار تھے۔ ان کی کتاب "تاریخ خلیفہ بن خیاط" فن تاریخ کی قدیم ترین کتاب ہے۔

ابن خیاط کا اسلوب تحریر: اس کتاب کا آغاز حضور ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہے۔ لیکن کیونکہ کتاب کا آغاز پہلی سن ہجری سے لیکر ۲۳۲ ہجری کے واقعات پر مشتمل ہے، اس لئے ہجری سال کے آغاز سے ماقبل کے واقعات کا ذکر نہیں ملتا۔ تاریخ خلیفہ میں نمایاں پہلو یہ ہے کہ سیرت کے واقعات بیان کرتے ہوئے روایات میں سند کا بکثرت اہتمام کرتے ہیں (۲۲)۔ جس سے خلیفہ بن خیاط کے اس ذوق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روایات سیرت کے بیان میں نہایت محتاط تھے۔

۸۔ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (متوفی ۲۷۹ / ۸۹۲م) عظیم جغرافیہ دان، مؤرخ اور علم الانساب کے مستند عالم تھے۔ بلاذری کی کتاب "انساب الاشراف" نہایت مشہور اور عرب قوم کی تاریخ پر بہترین معلومات پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ سیرت نبویؐ کے موضوعات پر مشتمل ہے جس میں تقریباً پوری سیرت مطہرہ کا احاطہ کیا گیا ہے یعنی خاندان رسالتؐ، غزوات اور وفات تک تمام معلومات سن وار ترتیب پر بیان ہیں (۲۳)۔

بلاذری کا اسلوب تحریر: بلاذری کے اسلوب تحریر کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ جب سیرت کا کوئی واقعہ پیش کرتے ہیں تو حتی الوسع اس واقعہ کی پوری سند کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ سند کے بیان پر اکتفاء کرنے کے ساتھ ساتھ واقعہ میں راجح پہلو کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کی آیات کو بطور استدلال بھی ذکر کرتے ہیں (۲۴)۔ بہر حال بلاذری وہ عظیم سیرت نگار شمار کیئے جاتے ہیں کہ جنہوں نے واقعات سیرت کو بہترین اسلوب میں بیان کیا۔ ایک واقعہ سے متعلق مختلف روایات کو جمع کرتے ہیں پھر ان روایات میں راجح روایت کی طرف خود راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ مصادر سیرت میں ان کی کتاب بہترین معلومات کا ذخیرہ ہے۔

۹۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ / ۸۹۲م) کی کتاب سنن ترمذی کا حصہ "شمائل ترمذی" حضور ﷺ کے ذاتی اوصاف اور احوال پر مبنی ایک مستند علمی ذخیرہ ہے۔

امام ترمذی کا اسلوب تحریر: امام ترمذیؒ نے موضوعات سیرت میں حضور ﷺ کا حلیہ مبارک، مہر نبوت، سر کے بالوں کا تذکرہ، معمولات، لباس، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا اور سفر کرنا وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۲۵)۔ مصنف کی یہ کتاب واقعات سیرت کا ایک اہم مستند ذخیرہ ہے اور شمائل ترمذی کی کتابوں میں نمایاں اور متداول ہے۔

۱۰۔ امام احمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ / ۹۱۵م) کی کتاب "عمل الیوم و الیلۃ" اگرچہ یہ کتاب سیرت طیبہ کے تمام موضوعات پر مشتمل کتاب تو نہیں لیکن حضور ﷺ کے روزمرہ معمولات پر مبنی نہایت جامع اور مستند کتاب ہے۔

امام نسائی کا اسلوب تحریر: امام نسائی نے اس کتاب کو الجزء الاوّل، الثانی، الثالث اور رابع میں تقسیم کرکے موضوعات کو ذکر کیا ہے مثلاً الجزء الاوّل میں صبح و شام اور دیگر اوقات میں حضور ﷺ کا تعامل ذکر ہے۔ الجزء الثانی میں مجلس کے آداب و معمولات وغیرہ کا ذکر ملتا ہے، الجزء الثالث میں سورتوں کے فضائل اور ان کے پڑھنے پر اجر و ثواب اور اس میں حضور ﷺ کا تعامل کیا تھا وغیرہ کا تفصیلی ذکر ملتا ہے اور الجزء الرابع میں توہمات جاہلی کا ردّ۔ بعض مسنون دعاؤں کا ذکر اور اس میں تعامل نبی ﷺ کا تفصیلی ذکر ملتا ہے (۲۶)۔ امام نسائی کی اس کتاب میں اسلوب تحریر محدثانہ ہے یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے ہر تعامل کو ذکر کرنے سے

پہلے تفصیلی اسناد کا ذکر کیا ہے۔ امام نسائی کی یہ کتاب معمولات نبوی ﷺ کے موضوع پر علمی و نادر معلومات پر مبنی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔

۱۱۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ / ۹۲۳م) عظیم مؤرخ، مفسر اور محدث اور ابتدائی سیرت نگار تھے۔ طبری کی "تاریخ الرسل والملوک" درحقیقت فن تاریخ یعنی وجود کائنات سے لیکر ۳۰۳ھ / ۹۱۵م تک کے واقعات پر مشتمل نہایت ہی قابل اعتماد اور متداول کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی کتاب میں الجزء الثانی اور الجزء الثالث واقعات سیرت پر مبنی ایک علمی اور معلوماتی ذخیرہ ہے۔ فن سیر و مغازی میں طبری کی علیحدہ کوئی کتاب نہیں ہے۔

طبری کا اسلوب تحریر: مصنف نے حضور ﷺ کی پیدائش سے حصہ سیرت کی ابتدا کی ہے۔ طبری کسی بھی واقعہ کو نقل کرتے ہوئے مختلف روایات اور اس کی اسناد کو ذکر کرتے ہیں (۲۷)۔ اگرچہ تاریخ طبری میں بعض روایات ایسی بھی ذکر ہیں جن کی روشنی میں سیرت طیبہ پر اعتراضات بھی کیئے جاتے ہیں (۲۸)۔ اس کے باوجود ابتدائے کتاب میں طبری ان واقعات سے اپنے آپ کو بری الذمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی وہ اعتراف کرتے ہیں کہ جن واقعات کو روایات اور اسناد کے ساتھ کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ ان روایات پر طبری نے اعتماد کیا ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ طبری نے اسناد کا بکثرت ذکر کیا لیکن ان کی صحت وعدم صحت کا اعتبار نہیں کیا۔ اگر محدثین کی طرح ایسا معیار مقرر کرلیا جاتا تو مستند معلومات ہمارے پاس ہوتیں (۲۹)۔

۱۲۔ امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴م) عظیم تاریخ دان اور سیر و مغازی کے علاوہ علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام وغیرہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ابن حزم کی کتاب "جوامع السیرۃ" سیرت طیبہ پر لکھی ہوئی مشہور اور علمائے سیر و مغازی کے یہاں قابل اعتماد کتاب ہے بلکہ ابن حزم کا یہ قول کہ "حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں جو بھی شخص غور و فکر کریگا، وہ ضرور آپ ﷺ کی تصدیق کرے گا اور وہ اس بات کی گواہی دیگا کہ حضور ﷺ سچے نبی ہیں۔ اگرچہ اس شخص کے پاس سیرت طیبہ کے علاوہ کوئی بھی معجزہ نہ ہو تو یہ سیرت طیبہ گواہی کیلئے کافی ہے" (۳۰)۔

ابن حزم کا اسلوب تحریر: ابن حزم کے طرز تحریر کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ سیرت کے مختلف موضوعات کو متعدد فصول میں بیان کرتے ہیں جوامع السیرہ جیسا کہ کتاب کے نام سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ اس کتاب میں سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں پر مختصر لیکن جامع انداز سے ابن حزم نے بحث کی ہے۔ آپ ﷺ کے نسب مبارک پیدائش سے لیکر وصال تک تمام موضوعات اس کتاب میں ملتے ہیں۔ ابن حزم کی تحریر میں یہ بات بھی

نمایاں ہے کہ وہ فقط واقعات سیرت کو ذکر نہیں کرتے بلکہ اُصول روایت و درایت کی روشنی میں اس واقعہ پر کلام بھی کرتے ہیں (۳۱)۔ ابن حزم در حقیقت ان عظیم سیرت نگاروں میں سے ایک ہیں جنہوں نے سیرت طیبہ پر کتاب لکھ کر حضور ﷺ کی شفاعت کا اپنے آپ کو حقدار ٹھہرایا ہے کیونکہ انہوں نے اس کتاب کو نہایت والہانہ عقیدت واحترام سے لکھا ہے جیسا کہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

۱۳۔ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ م) عظیم سیرت نگار و محدث تھے۔ ابن سید الناس کی کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" فن سیرت پر مشہور کتاب ہے جس کی دو جلدیں ہیں۔ فن سیر و مغازی میں ابن سید الناس وہ عظیم سیرت نگار تھے جن کی روایات پر بھرپور اعتماد کیا گیا ہے۔ بہر حال مصنف نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام موضوعات پر نہایت تفصیلی بحث کی ہے (۳۲)۔

ابن سید الناس کا اسلوب تحریر: ابن سید الناس کی کتاب سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ واقعی وہ ایک سیرت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ محدث اور فقیہہ بھی تھے۔ مصنف نے عیون الاثر کے اخیر میں "ذکر الاسانید التی وقعت لی من المصنفین الذین اخرجت من کتبہم فی ہذا الجموع" کے تحت ان تمام اسانید، مأخذ اور علماء کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ جن سے انہوں نے واقعات سیرت کو بیان کرنے میں روایات لی ہیں (۳۳)۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ ابن سید الناس نے اپنی کتاب پر سیرت نگاروں کے اعتماد کو تقویت دینے کے لئے ان تمام رواۃ اور مأخذ اور مصادر کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۴۔ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ م) مشہور سیرت نگار، مؤرخ اور محدث تھے۔ ابن کثیر کی معرکۃ الآرا کتاب "البدایۃ والنہایۃ" دراصل فن تاریخ کی مشہور ترین کتاب ہے۔ لیکن مصنف نے اس کتاب کے ایک بڑے حصّے کو واقعات سیر و مغازی کے لئے مختص کیا ہے یعنی ابتدائی چار بڑے حصے سیرت طیبہ کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ابن کثیر نے واقعات سیرت کو مستقل عنوان "کتاب" یعنی کتاب المبعث، کتاب المغازی، کتاب البعوث، کتاب الوفود، کتاب حجۃ الوداع، کتاب الشمائل اور کتاب دلائل النبوۃ کے طرز پر ذکر کیا ہے (۳۴)۔

ابن کثیر کا اسلوب تحریر: ابن کثیر کی تحریر میں نہایت باریک بینی اور واقعہ کی جانچ پڑتال کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ ابن کثیر کی کتاب ابتدا سے لیکر اخیر تک مختلف واقعاتِ سیرت کو جب بیان کرتے ہیں تو قرآنی ایات، تفسیری اقوال، احادیث مبارکہ وغیرہ کو بطور استشہاد کے ذکر کرتے ہیں بلکہ مختلف واقعات میں جب کوئی

حدیث لاتے ہیں تو اس حدیث کی سند کو بھی بیان کرتے ہیں تا کہ پڑھنے والے کو واقعہ کا اعتماد حاصل ہو لیکن ساتھ ہی مختلف فیہ روایات میں تطبیق بھی کرتے ہیں اور واقعات میں کہیں کہیں ضعیف روایات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں (۳۵)۔

بہر حال ابن کثیر کی کتاب البدایۃ والنہایۃ مصادر سیرت میں ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں موضوعات سیرت پر معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اس کتاب سے ضعیف روایات اور قابل گرفت واقعات پر جرح و تعدیل کی جائے تو اس کے نتیجے میں سیرت طیبہ پر ایک بہترین کتاب سامنے لائی جاسکتی ہے۔

خلاصہ:

علم سیر و مغازی کی چند بہترین کتابوں کا تذکرہ بیان کیا گیا ان کتابوں کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ابتدائی دور سے لیکر ہر دور میں ایسے علماء اور سیرت نگار تھے جنہوں نے اس فن پر بہترین کتابیں تحریر کیں علم قرآن و حدیث کے بعد علم سیرت وہ عظیم موضوع ہے کہ جس کی ہر دور میں خدمت کی گئی۔ ان مذکورہ کتابوں میں سیرت نگاروں نے واقعات سیرت کو اسنادی تناظر میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے خصوصاً اگر کسی واقعہ سے متعلق احادیث سے استشہاد لایا گیا تو وہاں حدیث کے متن اور سند کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بہر حال یہ کتابیں علم و حدیث کے معیار کی مستند کتابیں تو نہیں ہیں لیکن واقعات سیرت کو قرآن و سنت کی روشنی میں پرکھا جائے تو صحت روایات پر مبنی واقعات کی نشاندہی ممکن ہے۔

نتائج:

ا۔ سیر و مغازی ایک مقدس علم ہے۔ کیونکہ اس علم کا تعلق ذات رسول ﷺ سے ہے جو مسلمان اس علم کی خدمت کرے گا وہ قیامت کے دن نبی ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہو گا۔

۲۔ علم حدیث میں جس طرح سند کی اہمیت ہے اسی طرح سیر و مغازی میں سند کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ جس طرح علماء اصول حدیث نے علم روایت و درایت کو وضع کیا اور اس کے تناظر میں احادیث رسول ﷺ کو جمع کیا جس کی بدولت من گھڑت، ضعیف اور موضوعی روایت کی نشاندہی ہوئی میری رائے کے مطابق اگر اس طرح کے اصول وضوابط واقعات سیرت کے لیئے واضع کر دیئے جائیں۔ تو اس سے ایسے مواد کی نشاندہی ممکن ہے۔ جن کا ذات رسول ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ اس ارٹیکل میں مشہور سیرت نگاران کے اسالیب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعات سیرت کے ذکر میں بکثرت اسناد کا اہتمام کیا ہے۔ اگرچہ ان کتب سیرت کا مقام و مرتبہ احادیث کی کتابوں کے برابر تو

نہیں لیکن واقعات سیرت کے اخذ میں مستند مواد ضرور ہے۔ مستند سیرت نگاری میں زیادہ تر محدثین ہیں۔ جنھوں نے احادیث کے ساتھ سیرت کے مطہرہ کی بھی تدوین کی۔

۴۔ واقعات سیرت کے ذکر میں علم روایت و درایت سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے۔ علم الاسناد، فن اسماو الرجال، علم جرح وتعدیل یہ امت محمد ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ ایسا علم کسی مذہب کے پیرہ کاروں کے پاس موجود نہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حاکم ابوعبداللہ النیسابوری، معرفۃ علوم الحدیث، دارالکتب المصریہ،۱۳۵۶، ص ۶۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ج ۱، ص ۱،۶۱۔ خطیب بغدادی،

شرف اصحاب الحدیث، مطبعۃ جامع انقرہ ۱۹۷۱، ص ۱۴۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، تحقیق رشاد سالم، جامعۃ الامام ریاض،۱۴۰۶، ج ۷، ص ۳۶۰۔

۲۔ ابوسعد السمعانی (متوفی ۲۶۵ھ)، ادب الاملاء والاشملاء، دارلکتاب بیروت ۱۴۰۱، ص ۵۵۔

۳۔ عبدالفتاح ابوغدہ، الاسناد من الدین، المکتبہ الغفوریہ الصلحیہ کراچی، ص ۲۰۔۲۲

۴۔ الاسناد من الدین، ص ۲۰۔۲۲

۵۔ عبدالحی لکھنوی، الاجوبۃ الفاضلۃ، دارالسلام قاہرہ، طبع ثانی،۱۴۰۶ھ، ص ۲۴۔

۶۔ الاسناد من الدین، ص ۲۷،۲۶۔

۷۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، جامعۃ الامام ریاض سعودیہ،۱۴۰۶، ج ۷، ص ۳۷۔

۸۔ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی، طبقات الحفاظ، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع اوّل، ۱۹۸۳، ص ۴۹۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۴۵۔

ابن قتیبہ، المعارف، ص ۲۶۷۔

۹۔ امام زہری، المغازی النبویہ، ص ۱۳۵-۵۰۔ اُردو نثر میں سیرت رسولؐ، ص ۱۰۱ - ۱۰۴۔

۱۰۔ زہری، المغازی النبویۃ، ص ۳۷، ۴۳، ۴۷، ۶۲۔ ابن ہشام عبدالملک، السیرۃ النبوےۃ، تحقیق: مصطفی السقاء، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۷،

ج ۳، ص ۳۲۵۔ ابی جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، ج ۲، ص ۶۱۱۔

۱۱۔ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التواریخ، ص ۱۸۸۔ سیرت نگاری اور اس کے مناہج ورجانات کی تشکیل، ص ۲۲،۲۱۔

۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ۳۶۰، ۳۶۱۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶، ج ۵، ص

۴۱۸ھ۔ تدوین سیر ومغازی، ص۲۰۶، ۲۰۷۔

۱۳۔ صادق علی گل، اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز وارتقاء، لاہور ۱۹۹۴، ص ۱۷۶۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۲۱۶۔ البلاذری، فتوح البلدان، مترجم سید
ابوالخیر، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۲، ص ۱۳۰۔

۱۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۲۴۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص ۵۔ تاریخ التراث العربی، ج ۱، الجزء الثانی، ص ۹۲۔ سیرت نبوی کی اوّلین کتابیں اور ان کے مؤلفین، ج ۱، ص ۵۷۔ المصنف، ج ۵، ص ۳۱۳ تا ۵۰۰۔ الفہرست، ص ۱۰۶۔

۱۵۔ وفیات الاعیان وابناء الزمان، ج ۳، ص ۱۷۷۔

۱۶۔ ابن ہشام عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۳۶۔ مسلمان تاریخ نویس، ص ۶۔

۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۴۵-۴۲۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۴۶۷-۴۶۴۔ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی، الوافی بالوفیات، انتشارات جہاں تہران ایران ۱۹۶۱، ج ۴، ص ۲۳۹۔

۱۸۔ واقدی، کتاب المغازی، ج ۱، ص ۷، ۱۸، ۳۹، ۴۸۔ سید سلیمان ندوی، محمد بن عمر الواقدی اور سیرت میں علمائے مستشرقین کی ایک نئی غلطی، درمقالات سلیمان، ص ۱۵۶-۱۰۵۔

۱۹۔ مسلمان تاریخ نویس، ص ۱۱، سیرت نگاری کے مناہج، ص ۳۳۔

۲۰۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۱۸۲، ۱۸۳۔ الفہرست، ص ۱۱۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص حصہ سیرت، وج ۲ حصہ سیرت، ص ۳۴۵-۲۵۲۔ سیرت نبوی کے اوّلین کتابیں اور ان کے مؤلفین، ج ۱، ص ۵۸۷۔

۲۱۔ ڈاکٹر سہیل حسن، کتب طبقات، تاریخ اور اسماء الرجال میں سیرت کا منہج، السیرۃ العالمی کراچی، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۱، ص ۱۸۳۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، طبقات ابن سعد، (سیرت نبوی کا قدیم مأخذ)، نقوش رسول نمبر، ۱۹۸۲، ج ۱، ص ۱۳۰ و ۵۵۵۔

۲۲۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۲۳، ۴۰-۲۷، ۴۷۔

۲۳۔ البلاذری، کتاب جمل من انساب الاشراف، ج ۱، ص ط، ۷ -۴۴۹۔

۲۴۔ کتاب جمل بن انساب الاشراف، ج ۱، مقدمہ، ص ط، وج ۱، ص ۲۳۴-۲۲۶۔

۲۵۔ محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، مترجم مولانا محمد زکریا، مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی، سن اشاعت نامعلوم، ص ۳۔ ۲۴۳

۲۶۔ امام نسائی احمد بن شعیب، عمل الیوم والیلہ، مترجم محمد اشرف، مکتبہ حسینیہ گوجرانوالہ، طبع اوّل، ۱۹۸۸ء، ص ۱۷، ص ۴۲۲-۲۱، ص ۵۵۱-۴۴۴، ص ۶۶۵-۵۵۳۔

۲۷۔ تاریخ الرسل والملوک، ج ۲، ص ۲۰۴، ڈاکٹر جواد علی، تاریخ طبری کے مأخذ، ص ۴۴۔

۲۸۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ج ۱، ص ۴۱۴، ۴۱۵۔

۲۹۔ تاریخ الرسل والملوک، ج ۱، مقدمہ ص ۸، ۷۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار انصاری، تاریخ الرسل والملوک کی اسنادی حیثیت، ششماہی رسالہ، جامعہ پشاور ج ۲، شمارہ ۲، ۱۹۹۵، ج ۲، ص ۴۷۔

۳۰۔ سی ون ارنڈوک، مقالہ ابن حزم، اُردو دائرہ معارف الاسلامیہ۔ جوامع السیرۃ، مقدمہ ص ا۔ ۶۔

۳۱۔ جوامع السیرۃ، ص ا،۵،۷،۱۷، ۲۲، ۳۱، ۳۸، ۳۸۔ ۲۶۶۔

۳۲۔ حافظ ابوالمحاسن الحسینی، لحظ الالحاظ ذیل تذکرہ الحفاظ، ص ۳۵۰۔ النجوم الزاہرہ، ج ۷۔ ص، ۳۵۶، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ج ا، ص ۲۔

عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ج ا، ص ۱۵، ۳۰، ۲۵۷-۴۵۔ ۴۔ وج ۲، ص ۵، ۸، ۲۴، ۲۶، ۴۰۵-۴۱۷۔

۳۳۔ ایضاً، ج ا، ص ۱۱، ۱۲۔ ۱۹۹۰ ج ۲، ص ۴۱۲۔

۳۴۔ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج ۲، ص ۲۳۱۔ ابن حجر عسقلانی، الدر الکامنۃ، ج ا، ص ۳۷۳۔ تاریخ دعوت و عزیمت، جزء دوم، ص ۳۷۳-۳۷۱۔ البدایۃ والنھایۃ، تحقیق: ج ا، فہرست موضوعات، ج ۲، فہرست موضوعات۔

۳۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۰۸، ۴۷، ۳۳۳۔

کتابیات

ا۔ عبدالفتاح ابو غدہ، الاسناد من الدین وصفحۃ مشرقۃ من تاریخ سماع الحدیث عند المحدثین، المکتبۃ الغفوریۃ والعاصمیہ کراچی۔

۲۔ حاکم ابوعبد اللہ النیساپوری، معرفۃ علوم الحدیث، دار الکتب مصر، ۱۳۵۶۔

۳۔ خطیب بغدادی، شرف اصحاب الحدیث، مطبع جامع القرہ ۱۹۷۱۔

۴۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، تحقیق رشاد سالم، جامعہ الامام ریاض، ۱۴۰۶ھ۔

۵۔ ابو سعد السمعانی متوفی ۲۶۵ھ، ادب الاملاء والاشملا، دار الکتب بیروت، ۱۴۰۱ھ۔

۶۔ السیوطی، طبقات الحفاظ، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول ۱۹۸۲ء۔

۷۔ عبدالحی لکھنوی، الاجوبۃ الفاضلۃ، دار اسلام قاہرہ ۱۴۴ھ۔

۸۔ ابن حجر عسقلانی، الدرر کلامنۃ، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ہند، ۱۹۹۲ء۔

۹۔ عبدالملک ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفی السقاء، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

۱۰۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۹۶۔

۱۱۔ صادق علی گل، اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز وارتقاء لاہور، ۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ البلاذری، فتوح البلدان، مترجم، سید ابوالخیر، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۲ء۔

۱۳۔ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی، الوافی بالوفیات، انتشارات جہان ایران ۱۹۶۱ء۔

۱۴۔ شمس الدین ذھبی، متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۹۸۲ء۔

۱۵۔ ابن حجر عسقلانی ۲۵۸ھ، تقریب التھذیب، دار الکتب بیروت۔

۱۶۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، دائرہ المعارف حیدر آباد ھند، ۱۳۲۷ھ۔

۱۷۔ ابن قتیبہ الدینپوری ۲۷۶ھ، المعارف، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۸ء۔

۱۸۔ محمد بن مسلم بن شھاب زہری، المغازی النبویۃ، تحقیق ڈاکٹر سہیل زکاء، دار الفکر دمشق ۱۹۸۱ء۔

۱۹۔ محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل الملوک، دار المعارف مصر، ۱۹۷۷ء۔

۲۰۔ فواد سیز گین، تاریخ التراث العربی، ادارۃ الثقافۃ سعودیۃ عربیہ ۱۹۸۳ء۔

۲۱۔ ابن ابی شیبہ متوفی ۵۳۲ھ، مصنف المجلس العلمی ساؤتھ افریقہ، طبع اول ۲۰۰۶ء۔

۲۲۔ محمد بن اسحق متوفی ۵۸۲ھ، الفہرست، راوی آفٹ تہران ایران ۱۹۷۳ء۔

۲۳۔ جوزف ہوروٹس، سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین مترجم ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نقوش رسول نمبر، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۲ء۔

۲۴۔ ڈاکٹر انور خالد محمود، اُردو نثر میں سیرت رسول، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۵ء۔

۲۵۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ہند، ۱۹۵۲ء۔

۲۶۔ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ، مترجم ڈاکٹر سید محمد یوسف، مرکزی اُردو بورڈ لاہور، طبع اول ۱۹۸۶ء

۲۷۔ شاہ فیصل شنواری، سیرت نگاری اور اس کے مناہج اور رجحانات کی تشکیل تاریخی تناظر میں، مقالہ ایم فل، شعبہ مطالعات سیرت پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۳ء

۲۸۔ قاضی اطہر مبارکپوری، تدوین سیر و مغازی، شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند ۱۹۸۹ء۔

۲۹۔ سید سلیمان ندوی، محمد بن عمر واقدی اور سیرت میں علمائے مستشرقین کی این نئ غلطی، در مقالات سلیمان، مرتب کردہ شاہ معین الدین ندوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، طبع اول ۱۹۸۹ء۔

۳۰۔ سعید اختر، مسلمان تاریخ نویس، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور۔

۳۱۔ خلیفہ بن خیاط، تاریخ خلیفہ بن خیاط، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۵ء۔

۳۲۔ محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، مترجم محمد زکریا، مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی۔

۳۳۔ امام نسائی احمد بن شعیب، علم الیوم والیلہ، مترجم محمد اشرف، مکتبہ حسینیہ گوجرانوالہ، طبع اول ۱۹۸۸ء۔

۳۴۔ ڈاکٹر جواد علی، تاریخ طبری کے مأخذ، مترجم نثار احمد فاروقی، مومن ایسوسی ایٹس لاہور، ۱۹۹۸ء۔

۳۵۔ ڈاکٹر عبد الستار انصاری، تاریخ الرسل والملوک کی اسنادی حیثیت، ششماہی رسالہ، جامعہ پشاور، ۱۹۹۵ء۔

۳۶۔ حافظ ابو المحاسن الحسینی، لحظ الالحاظ ذیل تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب بیروت۔

۳۷۔ ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دار القلم بیروت، طبع اول ۱۹۹۳ء۔

۳۸۔ ابو الفلاح عبد الحی بن العماد، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، منشورات دار الافاق بیروت۔

۳۹۔ سید ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۴۰۔ ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۹۸۴ء۔